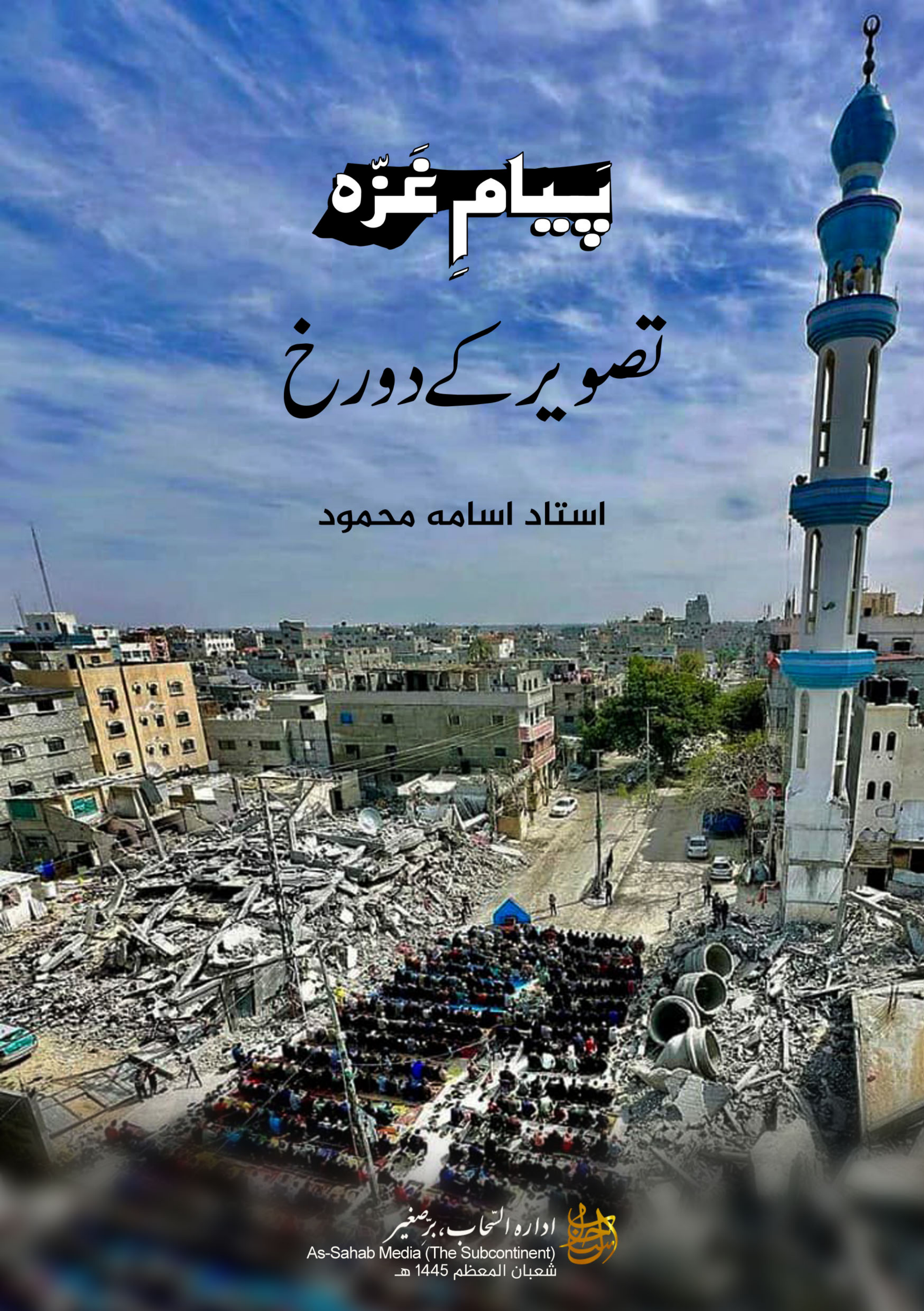

پیامِ غزّہ

تصویر کے دو رخ

استاد اسامہ محمود

ادارہ السّحاب، برِّصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)
شعبان المعظم 1445 ھ

پیامِ غزّہ

تصویر کے دو رخ

استاد اسامہ محمود

ادارہ السّحاب، برِّصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا وحبيبنا نبي الملاحم نبي الرحمة محمد وآله وصحبه أجمعين، أمابعد!

یہ دن بھی امت کو دیکھنا پڑا

کون سا ظلم ہے جو غزہ میں ڈھایا نہیں گیا؟ امت محمد ﷺ کے نونہالوں کو نشانہ لے لے کر شہید کیا جا رہا ہے، تقریباً پانچ مہینوں کے اس عرصہ میں پندرہ ہزار تک صرف بچے شہید کیے گئے اور بچوں کے لقمۂ اجل بننے کی یہ تعداد اس حد تک زیادہ ہے کہ جنگوں کی جدید تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی[1]۔ شہداء اور زخمیوں کا شمار لاکھ سے تجاوز کر گیا ہے اور جس میں ستر فی صد سے زیادہ خواتین اور بچے ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی منفرد جنگ، بلکہ امت محمد ﷺ کا قتل عام اس لیے ہے کہ باوجود یہ کہ اسرائیل اور اس کے ہم نواؤں کے پاس ایسی ٹیکنالوجی موجود ہے کہ اگر یہ چاہتے تو کوئی ایک بھی خاتون، بچہ یا عام فرد شہید نہ ہوتا، مگر یہاں تو عوام اور ان کے رہائشی مکانات، ہسپتالوں اور مساجد پر چن چن کر بمباری کی جاتی ہے[2] اور اس سب پر کسی سے خوف و شرم بھی نہیں محسوس کی جاتی، بلکہ قہقہوں کے ساتھ خود ہی ان جرائم کی فلم بندی کی جاتی ہے۔ پھر جن پر ظلم کے یہ پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، انہیں نہ باہر چھوڑا جا رہا ہے کہ وہ کسی محفوظ جگہ منتقل ہوں اور نہ ہی اتنی خوراک ان کے لیے اندر جانے دی جا رہی ہے جس سے جسم و جان کا رشتہ وہ برقرار رکھ سکیں؛ نتیجتاً جو بموں سے شہید نہیں ہوئے، وہ بھوک سے شہید ہو رہے ہیں اور ایسے کرب

[1] روس اور یوکرین جنگ میں، کہ جس میں دونوں فریقوں کی طرف سے خطرناک مہلک ہتھیار استعمال ہو رہے ہیں، اکیس مہینوں میں پانچ سو بچے ہدف بنے ہیں جبکہ غزہ کی جنگ کے اندر صرف ساڑھے تین ماہ کے اندر چودہ ہزار بچے شہید ہوئے ہیں۔

[2] ابھی تک دو لاکھ پچاس ہزار گھر بمباری کا نشانے بنائے گئے ہیں، ایک ہزار مساجد شہید ہوئیں، ۲۶۶ سکول، ۲۶ بڑے ہسپتال اور ۵۵ میڈیکل کلینک بمباری کا نشانہ بنائے گئے ہیں، شہداء کی تعداد آج ۲۶ فروری تک ۳۰ ہزار سے تجاوز کر چکی ہے جبکہ زخمی ۷۵ ہزار سے بڑھ گئے۔

ناک مناظر اب میڈیا پر آرہے ہیں کہ بچے بلک بلک کر شہید ہورہے ہیں اور بڑے نڈھال ہوکر راستوں میں گر رہے ہیں۔

بے بسی کی یہ انتہا کیوں؟

حیرانگی اس پر نہیں کہ یہودی یہ کررہے ہیں؛وہ قوم جو انبیاء کی قاتل ہے، آسمانی کتب کی تکذیب اور ان میں تحریف کرنے والی ہے؛ جس کی تاریخ ہی اللہ کی ناشکری و بغاوت اور فصل و نسل کی تباہی سے عبارت ہے...... اور جو اللہ سے عداوت اور دل کی سختی کے باعث 'مغضوب علیھم' قرار پائی ہے، اس سے اسی کی توقع ہے۔ تعجب اس پر بھی نہیں کہ وہ طاقت جو دنیا میں فتنہ وفساد کی جڑ ہے اور جس کے بل بوتے پر یہ شیطانی ریاست قائم ہے آج اسی کی مدد و ہتھیار سے یہ بدترین مظالم ہورہے ہیں...... تعجب کی بات اگر کوئی ہے تو وہ یہ کہ دو ارب نفوس پر مشتمل امت مسلمہ کیوں اس حد تک گر گئی کہ اس کی نظروں کے سامنے اس کے بہترین لوگوں پر روح فرسا مظالم ڈھائے جارہے ہیں اور وہ بے حس و حرکت اس سب کا تماشہ دیکھ رہی ہے؟ کیوں یہ امت اُس بنیادی صفت سے آج محروم اور اہم ترین ذمہ داری سے آج غافل ہوگئی جو اس پر شرعاً، عقلاً اور اخلاقاً فرض ہے اور جس کی ادائیگی ہی کے سبب اس کا وجود قائم رہ سکتاہے اور ادا نہ کرنے کی پاداش میں ذلیل و رسوا ہوکر تباہی وبربادی اس کی یقینی ہے!!! جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اس ذمہ داری سے جب منہ موڑا گیا، اللہ کے لیے محبت اور اللہ ہی کی خاطر نفرت دلوں سے جب نکالی گئی اور چار دن کی زندگی کی محبت کو آخرت کی دائمی زندگی پر ترجیح دی گئی تو ایسے حکام وافواج ہم پر مسلط ہوگئے جن کا وجود دشمنان امت کی غلامی سے عبارت ہے اور جنہیں مسلط ہی اس لیے کیا گیاہے کہ وہ اسلام کی بیخ کنی، اہل اسلام کے خلاف جنگ اور دشمنان اسلام کی بندگی کریں۔ آج ان افواج وحکام کی خدمات کا 'ثمرہ' ہے کہ صہیونی شیاطین اس حد تک دنیا میں محفوظ ہوگئے کہ وہ ہماری عزت مآب ماؤں اور بہنوں پر شیر بن رہے ہیں اور یہ بدترین دن بھی امت کو دیکھنا پڑا کہ پانچ مہینوں سے محصور و مجبور ماؤں بہنوں کی دلوں کو چھلنی کرنے والی فریادیں سنائی دے رہی ہیں مگر کوئی نہیں جو حصار توڑ کر اس ظلم کا راستہ روک سکے، بلکہ اس کے برعکس انتہائی درد اور افسوس کی بات یہ ہے کہ جن کا حصار توڑنا اور مدد کرنا امت پر فرض تھا، آج انہی کو محصور رکھنا، ان کے قاتلوں تک امداد پہنچانا اور ان مظلومین کو بھوک وپیاس میں مبتلا رکھ کر اپنے آقاؤں کے سامنے جھکنا امت ہی کے حکام وافواج کے حصے

میں آیااور بے شرمی وبے حیائی اس حد تک پہنچ گئی کہ مصری حکومت صہیونی آقاؤں ہی کے حکم پر مسلمانان غزہ پر قحط مسلط کیے ہوئے ہے مگر امریکہ واسرائیل نے اہل ایمان کے زخموں پر نمک پاشی کی خاطر اس ظلم کو اکیلے مصری فوج کے سر ڈال دیااور غلامی وگراوٹ کی انتہادیکھیے کہ مصری صدر نے اس الزام کی تردید نہیں کی بلکہ آقا کے طبع نازک پر ناگوار گزرنے کے خوف سے اس کو بھی قبول کرلیا۔[1]

انتہائی حساس مرحلہ!

امت کی تاریخ کا یہ مرحلہ دو علیحدہ پہلو اپنے اندر لیے ہوئے ہے، ایک پہلو انتہائی خوف ناک، آخری حد تک پریشان کن اور درد و کرب سے بھرا ہوا ہے جبکہ دوسرا امید افزا ہے اور اس کو دیکھ کر یہ نازک مرحلہ بھی اہل ایمان کے لیے ایسا فیصلہ کن موڑ بن جاتا ہے کہ یہ انہیں عزم و عمل پر تحریض دیتا ہے اور انہیں ان کی کامیابی کی نوید دیتا ہے۔ جہاں تک اس کی خوفناکی اور فرد و امت کے حق میں خطرناکی کا پہلو ہے تو وہ اب بہت واضح ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ دشمنان دین ــجن میں صہیونی سر فہرست ہیں؛ نے جس دنیا کے بنانے کی منصوبہ بندی کی تھی اب وہ اُس مرحلے پر آگئی ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف جنگ میں پہلے سیکولرازم اور انسانی حقوق کے نام کے جن نعروں، شعاروں اور اصولوں کو بطورِ آڑ استعمال کیا جاتا تھا اور جن کی چاہتے نہ چاہتے انہیں کسی نہ کسی قدر لاج بھی رکھنی پڑتی تھی، آج ان سہاروں کا لحاظ رکھنے کی انہیں ضرورت نہیں رہی اور اب اہل اسلام کو کچلنا اور اپنے آپ کو کسی قسم کے اصول واخلاق کا پابند کیے بغیر بے رحمی کے ساتھ اس حد تک انہیں دبانا ان کے لیے ضروری ہو گیا ہے تاکہ وہ مایوس ہو کر، خود ہی اپنے حقوق سے پیچھے ہٹنے میں اپنی عافیت سمجھیں اور دین کے ساتھ لگاؤ، اس پر فخر اور اسے قائم کرنے کے خواب سینوں سے نکال باہر کریں اور انہیں یہ صہیونی عالمی نظام اس حد تک قوی اور ناقابل تسخیر نظر آئے کہ اسی ہی کو بس واحد ایسی زمینی حقیقت سمجھ لیں کہ فتنہ و فساد کی اس کی بھٹی میں چھلانگ لگا کر خود ہی غلامی و رسوائی کو قبول

[1] ظلم کی انتہا دیکھیے کہ رفح بارڈر کے ایک پار مصر میں ہزاروں ٹرک خوراکی سامان سے لدے کھڑے، ہفتوں سے غزہ میں داخل ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، انہیں مصری فوج نے روکا ہوا ہے جبکہ اسی بارڈر / دیوار کی دوسری طرف، غزہ میں انتہائی چھوٹے سے علاقے رفح میں ستر ہ لاکھ مسلمان بھوک سے باقاعدہ تڑپ رہے ہیں اور سیکڑوں بچے بھوک ہی کے سبب شہید بھی ہو چکے ہیں۔

کرلیں۔ گویا یہ مرحلہ پچھلے مراحل سے مختلف ہے۔ اس سے قبل چہروں پر نقاب چڑھائے رکھنا اور اپنے ظلم اور اسلام دشمنی کو خوش نما پردوں کے پیچھے چھپانا لازمی تھا، جبکہ اس نئے مرحلے میں یہ طرز عمل ایسا تکلف بن گیا کہ جس کا خیال اگر رکھا جائے تو آگے کے منحوس مقاصد حاصل نہیں ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نئے مرحلے میں غزہ کے اندر اور یہاں سے باہر عالم اسلام کے دیگر مناطق میں بھی، جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں ان کا مقصد اس کے سوا کوئی نہیں کہ مسلمانوں کی عزت نفس بالکل ختم ہو جائے، اسرائیل، امریکہ اور ان کے ہم نواؤں کی خدائی کے سامنے مسلمان سجدہ ریز ہو جائیں، انہیں کے ہاتھ میں وہ اپنی زندگی، رزق اور عزت سمجھیں اور فلسطین، پورے جزیرۂ عرب اور باقی عالم اسلام میں بھی شرک وفساد کی حکمرانی کو تسلیم کرلیں؛ ایسا ہو گا تو پھر جب مسجدِ اقصیٰ کو مسمار کر کے اس کی جگہ یہ اپنا ہیکل (مندر) کھڑا کریں گے، تو اتنی بھی کوئی مزاحمت نہ کرسکے گا جتنی کہ بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر تعمیر کرتے وقت مسلمانان ہند نے کی۔

کٹائی صرف سروں کی نہیں!

اس منحوس منزل تک راستہ یا ماحول ہموار کرنے کے لیے کٹائی صرف سروں کی نہیں ہو رہی ہے، بلکہ اس سے زیادہ خطرناک دلوں کے اندر ایمان کی کٹائی بھی جاری ہے جو زیادہ مؤثر بھی ہے اور انتہائی پریشان کن بھی۔ اس جنگ میں بھی ان کے دست وبازو کا کردار عالم اسلام پر مسلط ان کے اُن غلاموں کا ہے جنہوں نے ظلم وجبر اور دجل وفریب پر مبنی اپنے نظام اس حد تک اب قوی کر دیے ہیں کہ بے خوفی اور ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آقاؤں کی ہر ہر آرزو آج پوری کر رہے ہیں۔ زمین پر ان کی فتوحات دیکھیے کہ عین اس وقت جب غزہ کے اندر یہ بدترین مظالم ڈھائے جارہے تھے اور دنیا بھر کے اہل ایمان کے دل غزہ کے ساتھ دھڑک رہے تھے اس وقت نزول وحی کی سرزمین، جزیرۂ عرب میں ہندوؤں کے ایسے پر شکوہ مندر کا افتتاح کیا جارہا تھا کہ متحدہ عرب امارات کی حکومت کے مطابق پورے مشرقِ وسطی میں اس جیسا بڑا مندر کہیں نہیں ہو گا جبکہ انہی ایام میں غزہ کے بالکل قریب پڑوس میں، مصری حکومت کی طرف سے ایک بہت بڑے یہودی عبادت خانے کا افتتاح کیا گیا۔ اسی طرح انہی دنوں جب غزہ کے اہل ایمان کو اپنے شہداء دفنانے تک کی فرصت نہیں دی جارہی تھی اور گلی کوچوں اور ہسپتالوں میں شہداء بے گوروکفن پڑے تھے، سعودیہ اور دبئی میں حکومتی سرپرستی میں صہیونی فاحشاؤں کو لا کر ناچ گانے کے کنسرٹ منعقد کیے گئے اور ان میں

اسرائیلیوں کے قومی گانے گائے گئے۔ اللہ کے دین سے یہ ساری بغاوتیں اور اسلام کو سرزمین اسلام سے نکالنے کی یہ نمائشیں تو بڑی بے باکی اور بے شرمی کے ساتھ منعقد کی گئیں مگر دوسری جانب صہیونی جرائم کے خلاف احتجاج تک پر پابندی لگائی گئی ہے اور امت محمد ﷺ پر یہ دن بھی آیا کہ کفریہ ممالک میں تو غزہ کے مظلومین کے حق میں مظاہرے ہوئے مگر سعودیہ، مصر اور عرب امارات میں اس قسم کی سرگرمیوں پر پابندی کے سبب کوئی ایک مظاہرہ بھی نہیں ہوا۔ حکام عرب کی طرف سے غزہ کی جنگ و محاصرے میں جو کردار ادا کیا گیا، یہ صرف اس کا اظہار نہیں ہے کہ یہ صہیونیوں کے ساتھ ایک صف میں کھڑے شریکِ جنگ ہیں بلکہ اس نے یہ بھی واضح کیا کہ صہیونی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں انہیں مسلمان عوام کی طرف سے ایسی کسی مزاحمت کا خوف نہیں کہ جس کا انتظام انہوں نے پہلے سے نہ کر رکھا ہو۔

امت کا ایمانی روحانی وجود ہدف ہے!

اس مرحلے میں اسلام سیاسی و فکری طور پر صرف ہدف نہیں ہے کہ اس لحاظ سے انہیں کسی بہت بڑی غیر معمولی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا ہے، جہادی تحریک کے خلاف جاری جنگ کے نتیجے میں وہ اپنے زعم میں اس خطرے کو ایک خاص حد تک قابو کر چکے ہیں، اس لیے موجودہ مرحلے میں اس جنگ کا بنیادی ہدف معاشرتی سطح پر اسلام کا ایمانی اور روحانی وجود ختم کرنا ہے کہ اسی سے سیاسی و فکری غلبے کو تقویت ملتی ہے اور یہی مقصد ہے کہ جس کے لیے حرمین شریفین کی زمین میں فسق و فجور اور فحاشی و عریانی کو عرصہ دراز سے باقاعدہ حکومتی سرپرستی میں انتہائی منظم انداز سے فروغ دیا جا رہا ہے۔ اسی طرح حرم شریف اور روضۂ رسول ﷺ تک بھی یہود و ہنود کی نجس رسائی آسان کی گئی اور انہیں اجازت دی گئی ہے کہ وہ حدود حرم میں دکانیں اور مارکیٹیں لے کر کاروبار کریں۔ ان کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ارض حرمین میں ایک طرف بے حیائی کے مظاہر انتہائی سرعت کے ساتھ پھیل رہے ہیں جبکہ دوسری طرف مساجد کے اندر تلاوت و اعتکاف تک پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔

صہیونی عزائم

غرض قتل عام وتباہی اور ظلم وجبر میں یہ جتنے بے خوف اور بے باک ہوگئے ہیں وہ غزہ میں نظر آیا؛ ہندوستان میں اس کی تیاری آخری مراحل میں ہے اور اس کی ریہرسل عرصہ سے جاری ہے جبکہ عالم اسلام میں حکام وافواج کی صورت میں ان کی ٹھونکی گئی میخوں کے باعث امت کی بے بسی یا بے حسی سے بھی انہیں مزید اطمینان ہوگیا ہے؛ نیز معاشرتی اور ثقافتی تباہی کی صورت میں ایمانی وروحانی تباہی کے میدان میں جو فتوحات انہیں مل رہی ہیں، اس سب سے لگ رہا ہے کہ آنے والے ایام میں صہیونی مزید زور لگائیں گے اور جنگ کے ان دونوں میادین میں تیزی لانے کی کوشش کریں گے۔ المناک یہ ہے کہ جس منزل تک پہنچنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے، وہ کوئی خفیہ ایجنڈا نہیں بلکہ ان کا اعلانیہ مقصد ہے اور ہمارے حق میں انتہائی خطرناک ہے، اس کے ہوجانے کے خدشہ سے ہی مجاہدینِ فلسطین نے طوفان اقصیٰ برپا کیا؛ یہ مقصد مسجدِ اقصی کی مسماری اور اس کی جگہ یہودی مندر کی تعمیر ہے، خاکم بدہن، اگر مسجد اقصی کو کچھ ہوگیا، اس بدترین قیامت کا دیکھنا بھی ہماری غفلت اور اعمالِ بد کے باعث اگر امت کے حصے میں آگیا (والعیاذ باللہ) تو پھر تصور کیجیے کہ ہم مسلمانوں کا دنیا میں کیا حشر ہوگا اور آخرت میں ہم اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ یہ سب سوچ کر معمولی ایمان رکھنے والے کا دل وروح بھی کانپ جاتی ہے۔ یہ باتیں مبالغہ نہیں کہ جنہیں ناممکنات سمجھ کر نظر انداز کیا جاسکے، غزہ میں جو کچھ ہوتا ہوا امت نے بلا رکاوٹ ڈالے دیکھ لیا، کیا آج سے صرف چند سال پہلے اس کا تصور کیا جاسکتا تھا؟ ایمان وکفر کی سرحدات ختم کرنے کے لیے عالم عرب واسلام کے گلی کوچوں میں جو کچھ کروایا جارہا ہے کیا یہ سب کچھ دیکھ کر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ باتیں بعید از قیاس ہیں؟

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے

واقعہ یہ ہے کہ ہم اہل ایمان اپنی حقیقت سے غافل ہیں مگر یہود وہنود اور ان کے ہم رکاب عبادِ صلیب اس امت کی اہمیت سے بے خبر نہیں۔ اس کرۂ ارض پر وہ کسی مسلمان کو اس کے ایمان کی حقیقت سمیت برداشت نہیں کرسکتے ہیں، اس لیے کہ اس کے ایمان اور اس کے دین کو ہی وہ اپنی شیطانی دنیا کے لیے خطرہ تصور کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ امتِ خیر کی بنیادی صفت اور اہم ذمہ داری امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور ان کی اپنی

کتابوں سے بھی واضح ہے کہ اسلام نے بالآخر ان کے فتنہ وفساد کو ختم کرنا ہے۔ پھر جس طرح فرعون کو اس کے کاہنوں نے بتادیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سبب اس کی بادشاہی تباہ ہوگی، مگر اس کے باوجود بھی وہ آخری حد تک اپنی اُس تباہی کو روکنے کی کوشش کرتا رہا اور اس کے لیے ہزاروں لاکھوں بچوں کو اس نے خون میں نہلایا...... بالکل اسی طرح عصرِ حاضر کے ان صہیونیوں کو اس امت کی حقانیت اور اس دین میں موجود اُس طاقت کا علم ہے جو ان کے ظلم وظلمات کی تباہی کا پیش خیمہ بنے گی، مگر اس کے باوجود یہ تسلیم ہونے والے نہیں بلکہ انہوں نے اہل ایمان کے خون کے دریا بہانا اور ان کے لیے دین وعزت کے ساتھ زمین پر چلنا ناممکن بنانا اپنا اولین ہدف بنایا ہوا ہے اور یہی وہ مقصد ہے کہ جس کے لیے واشنگٹن سے لندن اور دہلی سے تل ابیب تک سب دشمنان خدا متفق ومتحد ایک لشکر بن کر ایک ہی منصوبے پر انتہائی عرق ریزی اور جامعیت (sophistication) کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ شیطان انہیں اُسی طرح کامیابی کی امید دلاتا ہے جس طرح ابوجہل کے لشکر کو آخری وقت تک حوصلہ وامید دلاتا رہا۔ پھر ایسے وسائل وہتھیار ان کے پاس ہیں اور قوت واختیار میں ایسی وسعت وتاثیر بھی اللہ نے انہیں دے دی ہے کہ انہیں بہت حد تک امید ہے کہ وہ اس نور کو بجھالیں گے، مسجد اقصیٰ کو مسمار کرلیں گے، نیل سے فرات تک گریٹر اسرائیل بنادیں گے اور عالم عرب سے لے کر برصغیر اور پوری دنیا میں وہ شیطانی حکومت قائم کرلیں گے کہ جس کا خواب ان بندگان شیطان کو ان کے شیاطین نے کتابوں میں تحریف کرواکر سمجھادیا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ

حالات کا یہ رُخ، اس انداز سے دیکھنا ڈراؤنا ہے کہ اس میں دین ودنیا دونوں کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے اور ہونے کے لحاظ سے اب ایسا بعید از حقیقت بھی نہیں کہ واقعات سے یہ بات عیاں ہے کہ اس کے لیے کس حد تک جامع تیاری کی گئی ہے اور کس طرح ایک ایک رکاوٹ ومزاحمت کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مگر یہ واحد اور بالکل اٹل حقیقت نہیں بلکہ ایک دوسری حقیقت بھی ہے، دیکھنے کا ایک دوسرا زاویہ، تصویر کا دوسرا رُخ بھی ہے اور اس کو دیکھنے سے اللہ کے اذن سے دلوں میں ایمان بڑھتا ہے۔ بس یہ دیکھنے کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ ہم واقعی اہل ایمان ہوں اور اللہ کے ساتھ اپنی جان ومال کا صحیح معنوں میں سودا کرنے والے ہوں، اس لیے کہ اس پہلو سے دیکھیے تو صرف وہ افراد ہی اس خطرناک فتنے میں محفوظ رہ پائیں گے جنہیں جان، مال، اولاد اور دنیا ومافیہا سے زیادہ اپنے ایمان

وآخرت کی فکر ہو، جو اللہ کو راضی کرنا اپنا مقصد وہدف رکھتے ہوں، پھر اس کے لیے عزم و عمل اپنا راستہ سمجھتے ہوں اور قدم قدم پر وہ صفات اپنے اندر ڈالنے کا تہیہ رکھتے ہوں جو سورۂ عصر نے ایمان و عمل صالح کے بعد وتواصوا بالحق و تواصوا بالصبر سے تعبیر کی ہیں۔

ایمان افروز مرحلہ

رحمانی حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اس مرحلے میں اہل ایمان پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں اگر انہیں بہر صورت اٹھانے کا تہیہ کر لیا جائے، اللہ سے اس فرض کی ادائیگی میں مدد و نصرت مانگ کر، اس پر توکل کے ساتھ میدان عمل میں اترا جائے تو یقین جانیے کہ یہ مرحلہ خوفناک سے زیادہ ایمان افروز ثابت ہوگا، یہ غم وخوف کے باعث بیٹھنے، گرنے اور ذلت ورسوائی کے ساتھ ایمان کے بغیر چلے جانے کی بجائے ایمان کی حفاظت کے لیے اٹھنے اور آخری دم تک لڑنے کی تحریض دیتا ہے، بلکہ یہ، یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ نفوس وارواح خوش نصیب ہیں جنہیں امت محمد ﷺ کو درپیش اس نازک وقت میں دینِ متین پر عمل اور اس کی نصرت کے لیے رب کریم نے موقع دیا ہے اور اپنے عباد و جنود میں شامل کر کے بندگانِ خدا کی ہدایت و نصرت اور تاریخ کے بدترین مجرموں کا تکبر وغرور خاک میں ملانے کے عظیم کام میں حصہ ڈالنے کے لیے چن لیا ہے۔ جب عزم ہو کہ ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جانا ہے، ایمانی مطالبات پورا کرنے کے لیے بہر صورت کھڑا رہنا ہے اور اس راہ میں جو بھی پیش آئے گا پیچھے نہیں ہٹوں گا، نشیب کی طرف نہیں دیکھوں گا بلکہ اللہ کو اپنا آپ سپرد کر کے اس سے مدد مانگوں گا، بندے کے ذمہ اطاعت وسپردگی ہے، چلتے رہنے کا عزم و کوشش ہے اور اسی کا اللہ سے وعدہ کیا جائے، عزم ہو کہ اس عہد کو نبھاؤں گا، پھر اللہ جہاں رکھے جیسے رکھے یقین ہو کہ اسی میں میرے لیے خیر ہوگی......ساتھ یہ امید و دعا بھی ہوگی کہ اللہ نفس و شیطان اور بندگان شیطان کے حوالے نہیں کرے گا بلکہ قدم قدم پر نصرت و محبت سے نوازے گا......جب یہ ایمان ویقین اور یہ آس و امید دل میں بسائی اور اتاری جائے تو پھر صہیونیوں کے ظلم و جبر میں یہ بے باکی، آخری حد تک یہ درندگی اور اہل ایمان کا دنیا بھر میں یہ ضعف، بے بسی اور آہ وزاری، یہ سب دیکھ کر ایسی مایوسی نہیں آئے گی جو خوف اور بے عملی کو جنم دے اور دنیا وآخرت کی ناکامی اور تباہی کا باعث ہو جائے بلکہ یہ سب پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ اٹھنے اور مقابلہ کرنے پر ابھاریں گے، اس لیے کہ اللہ کی کتاب بتاتی ہے کہ دشمنان اسلام اسلام کے خلاف جس سطح کی بھی جنگ کر رہے ہیں

یہ اللہ کی بادشاہی سے باہر نکل کر نہیں کر رہے ہیں﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ﴾"اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے"، یہ سب اللہ کی مشیت سے ہو رہا ہے اور اس سارے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ ایک طرف ان شیاطین کی خباثت و بد بختی کھول کر رکھ دے، اور دوسری طرف اہل ایمان کا امتحان لے کہ کون حق کی نصرت کرتا ہے اور کون اللہ کے بجائے غیر اللہ کی ترہیب و ترغیب دیکھ کر راہ حق چھوڑ دیتا ہے؛﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾"اگر اللہ چاہتا تو خود ان سے انتقام لے لیتا، لیکن (تمہیں یہ حکم اس لیے دیا ہے) تاکہ تمہارا ایک دوسرے کے ذریعے امتحان لے"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے اعلان کیا ہے کہ وہ دین اسلام کے اس نور کو پورا کر کے رہے گا، چاہے کافر اس کو ختم کرنے کے لیے جتنی بھی کوشش کریں؛ فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾(سورۃ التوبۃ: ۳۲)

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بری لگے۔"

اللہ رب العزت کا اعلان ہے:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ○ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ○ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (سورۃ الصافات: ۱۷۱ تا ۱۷۳)

"اور ہمارا (یہ) قول ہمارے بندگان مرسل کے لیے پہلے سے مقرر ہو چکا ہے کہ بے شک غالب وہی کیے جائیں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو خوش خبری دی ہے کہ اس دین کی نصرت کرنے والا ایک گروہ ہمیشہ رہے گا، دشمن کی قوت وطاقت اور اپنوں کا انہیں چھوڑ جانا، یہ ان پر اثر نہیں کرے گا، وہ غالب ہو گا، کوئی اس کو ختم نہیں کر پائے گا، یہاں تک کہ قیامت آ جائے، فرماتے ہیں:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ (صحيح مسلم)

”میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم کو قائم کرتی رہے گی؛ جو ان کو بے یار و مدد گار چھوڑنا چاہے گا یا مخالفت کرے گا، ان کا کچھ بھی نقصان نہ کر سکے گا اور وہ لوگوں پر غالب رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آجائے۔“

مگر ان تمام بشارتوں کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۴)

”کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے؟ حالانکہ تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلے تھے، انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور ہلا مارے گئے، یہاں تک کہ کہنے لگے رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے، کہ کب آئے گی اللہ کی مدد؟ جان لو! اللہ کی مدد قریب ہے۔“

گویا اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے اور دائمی جنتوں میں بسانے کے لیے جن عباد الرحمان کا انتخاب کرنا ہے، اللہ چاہتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی نظر و دل کا مرکز مکمل طور پر اللہ بن جائے، اسی کی خاطر وہ کھڑا رہے اور اسی کے لیے دکھ و غم وہ برداشت کرے، آزمائشوں کے ایسے پہاڑ ان پر توڑے جاتے ہیں کہ ان میں موجود اعلیٰ ترین اور بہترین افراد بھی مَتَى نَصْرُ اللَّهِ کہہ کر چیخ اٹھتے ہیں اور ایسی ہی حالت کے بعد جب ہر طرف مایوسی ڈیرے ڈالنے والی ہوتی ہے، اللہ زبان حال سے فرما دیتا ہے: أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ!

پھر قابل توجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کو اللہ نے آزمائش والی یہ آیات نازل فرما کر بتا دیا تھا کہ تم پر یہ حالت آئے گی اور پھر جب وہ وقت آیا، سختی آگئی، اسلام و مسلمانوں کا وجود خطرے میں پڑ گیا، تو جو ظاہر بین تھے، اسباب و ظواہر کے جو اسیر منافقین تھے، انہوں نے کہا ﴿مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا﴾ ”اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے وہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں“، مگر جن کا ایمان اللہ پر تھا، ان کا ایمان بڑھ گیا اور وہ پکار اٹھے، ﴿هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾ ”یہ تو وہی چیز پیش آئی جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کر رکھا تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ کہا۔ اور اس چیز نے ان کے ایمان و اطاعت ہی میں اضافہ کیا“۔

اسی کا اللہ نے وعدہ کیا تھا!

دشمن کی طاقت، حق کے خلاف دشمن کے منصوبوں و حملوں کو دیکھ کر صحابہ کرام کا ایمان بڑھتا تھا، وہ نئے عزم اور قوی ایمان کے ساتھ میدان عمل میں اتر جاتے تھے اور اس یقین کے ساتھ ڈٹ جاتے تھے کہ اللہ کی نصرت جلد یا بدیر آکر رہے گی۔ امت کے ہر فرد، ہر مومن کو حالیہ آزمائشوں کو بھی اسی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور یہی طرز عمل اپنانا چاہیے، اس لیے بھی کہ ان آزمائشوں کے متعلق بھی قرآن واحادیث خاموش نہیں ہیں۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے، اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث اٹھا کر جب ایک مومن دیکھتا ہے تو بہتی آنکھوں اور کٹتے دل کے ساتھ بھی وہ بول اٹھتا ہے کہ ﴿هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾، وہ دیکھتا ہے کہ عین وہی ہو رہا ہے جو چودہ سو سال پہلے ہمیں بتایا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ كَمَا تَدَاعَى الْقَوْمُ إِلَى قَصْعَتِهِمْ، ”وہ وقت آنے والا ہے کہ (کافر) قومیں (تم کو مٹانے کی غرض سے) ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو پیالے کی طرف بلاتے ہیں“، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ کہنے والے نے کہا: ”کیا اس دن ہماری قلتِ تعداد کی وجہ سے ایسا ہو گا؟“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا! وَلَكِنَّهُ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ، ”نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے قلوب سے تمہارا رعب نکال دیں گے، اور تمہارے قلوب میں وہن (ایک طرح کا ضعف اور سستی) ڈال دیں گے“، قَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَمَا الْوَهَنُ؟ ”کسی نے عرض کیا: ”حضور! یہ وہن کیا چیز ہے؟“ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ! فرمایا: ”دنیا کی محبت اور موت سے بے زاری و نفرت!“[1]۔ نیز ایک دوسری روایت میں ہے کہ حُبُّكُمُ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَتُكُمُ الْقِتَالَ[2]، ”دنیا کی محبت اور قتال سے بے زاری و نفرت“۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ہمیں خبر دی تھی کہ:

---

[1] أبوداود والبيهقى فى دلائل النبوة/ مشكوة

[2] مسندأحمد

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ (سنن ابی داود)

''جب تم بیع العینہ کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دُمیں پکڑے رہو گے اور کھیتوں پر خوش رہو گے اور جہاد کو ترک کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ذلت طاری کر دے گا؛ یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔''

عَلم کبھی گرے گا نہیں!

گویا آپ ﷺ نے امت کی ذلت و پستی کی آخری کھائی دکھادی ہے کہ اس میں تم نے گرنا ہے اور گرنے کے اسباب بیان کرکے یہ بھی بتادیا کہ اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے۔ پھر اللہ کا فضل ہے، احسان ہے کہ ایسا بھی نہیں کہ صرف تم تنہا ہو گے اور کوئی دوسرا نہیں جس نے اندھیروں کے خلاف اٹھ کر جنگ لڑنی ہے...... اگرچہ اکیلے تنہا بھی...... اگر اللہ کی رضا و تائید ساتھ ہو...... نصرتِ دین کی سعادت کوئی کم خوش نصیبی نہیں، مگر دل کی خواہش ہوتی ہے کہ حق کا قافلہ کبھی رکے نہیں، دین و جہاد کا جھنڈا کبھی گرے نہیں اور دشمنان دین کو کبھی اس قافلہ ٔخیر کو ختم کرنے کا موقع نہ ملے تو یہ اطمینان بھی نبی کریم ﷺ نے دلادیا کہ دشمنان دین جتنا بھی اس جہاد کو ختم کرنا چاہیں گے، یہ ختم نہیں ہو گا! وہ اسے محدود کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ مزید پھیلے گا؛ اسے دبائیں گے یہ ابھرے گا، کسی کے چھوڑ جانے، اس کی مدد و تائید سے ہاتھ کھینچ لینے یا اس کی مخالفت کرنے اور اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے سے بھی کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ ،اس کی دعوت مرے گی نہیں زندہ رہے گی، یہ غالب رہے گا اور آگے بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آجائے اور فتنہ و فساد ختم ہو کر پوری دنیا میں اللہ وحدہ لاشریک کی حاکمیت قائم ہو جائے۔

وقت بیٹھنے کا نہیں کھڑے ہونے کا ہے!

یہ دیکھ کر اپنے حال و مستقبل کے لیے فکر مند شخص مایوس نہیں ہوتا، اس کے دل میں حوصلہ بڑھتا ہے، امید بڑھتی ہے کہ حالات چاہے جیسے بھی ہوں مگر اللہ کی رحمت کا دامن تھاما جائے، اس کی محبت حاصل کرنے اور اس کے مستحق بننے کی سعی کی جائے، جہاد و قتال کے اُن میادین میں اترا جائے جن میں اترنا عرصہ دراز سے فرض عین ہو چکا ہے...... تو

یہی نازک صورتِ حال کامیابی و کامرانی اور نصرتِ امت اور قربت الٰہی کا سنہری موقع ثابت ہو گی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، "جتنی آزمائش بڑی ہوتی ہے اتنا اس کا اجر زیادہ ہوتا ہے"، اور آپ ﷺ نے فرمایا: عِبَادَةٌ فِي الهَرْجِ وَالْفِتْنَةِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ[1]، یعنی "مصیبت اور فتنے میں عبادت میری طرف ہجرت کے مترادف ہے"۔ سبحان اللہ! یہ حدیث بتاتی ہے کہ جس نے فتنوں اور مصائب کے طوفانوں میں اللہ کی عبادت کا دامن تھامے رکھا، جہاد و قتال کا راستہ نہیں چھوڑا، اللہ نے جو طاقت، صلاحیت اور مواقع دیے انہیں مسلمانوں کی خیر وصلاح اور دفاع و نصرت میں لگالیا، تو چاہے جس قدر بھی مصائب و فتن ہوں، انہیں اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی قربت اور درجات میں بلندی کا سبب اللہ بنائیں گے، اس کا اجر اُن سے زیادہ ہو گا جنہوں نے یہ درد، غم اور امت مظلومہ کی یہ کلیجے پھاڑ ڈالنے والی صورت حال نہ دیکھی ہو...... پس یہ وقت دل پکڑ کر بیٹھنے کا نہیں بلکہ کھڑے ہونے اور کھڑے رہنے کا ہے؛ بے کاری اور مایوسی کا نہیں، عزم و عمل، دعوت و قتال اور صبر وثبات کا ہے اور اس یقین کے ساتھ میدان میں اترنے کا ہے کہ میری کوشش واخلاص ضائع نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ میر اشمار اُن خوش نصیبوں کے ساتھ کرے گا جن کی تشکیل وتیاری، جہاد وقتال اور آگے بڑھنے سے ہی ذلت و آزمائش کی یہ رات ختم ہو گی اور جن کے ساتھ اللہ رب العزت نے اپنے رضوان اور دائمی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے۔

امت مسلمہ کے خطرناک بدخواہ

محترم بھائیو! موجودہ حالات کے تناظر میں ایک موضوع ایسا ہے کہ جس پر تذکیراً کچھ عرض کرنا ضروری لگ رہا ہے۔ حدیث میں امت مسلمہ کی مغلوبیت اور اس کی ذلت ورسوائی کا سبب اوپر ذکر ہوا۔ یہی سبب متعدد آیاتِ قرآن میں بھی اللہ نے مختلف پیرایوں میں یاد کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اگر اس بیماری سے چھٹکارا نہیں پاؤ گے تو دو سزاؤں کے لیے تیار رہو؛ دردناک عذاب اور استبدال؛ یعنی تمہاری جگہ کسی اور کو لایا جائے گا! پھر اہل ایمان میں سے جن اقوام کو اٹھا کر اللہ نصرت دین کا موقع دیں گے اور عزت و قوت سے نوازیں گے ان کی صفات بھی اللہ نے بیان کی ہیں جن میں اہم صفات اللہ کے ساتھ محبت اور دنیا کی پرواہ کیے بغیر جہاد فی سبیل اللہ ہیں۔

---

[1] المعجم الصغير

پس جب اللہ کی کتاب اور آپ ﷺ کی سنت وسیرت بہت ہی جلی اور واضح انداز میں بتاتی ہیں کہ امت محمد یہ ﷺ کی رسوائی، زوال اور مغلوبیت کا سبب 'وہن' ہے، دنیا کی محبت اور جہاد و قتال سے نفرت ہے، ایسے میں جو لوگ امت محمد ﷺ کو اس بیماری میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں اور جن کے علم و ہنر اور سعی و مہم کا مقصد ہی یہ ہو کہ کیسے نوجوانان امت کے دلوں میں دنیا کی محبت اور جہاد سے نفرت پیدا کی جائے، وہ کس قدر بدنصیب اور امت مرحومہ کے حق میں کس حد خطرناک ہوں گے! دوسری طرف، جو اس بیماری سے امت کو نکالنے کے لیے قربانی دیں گے وہ اس امت کے حق میں کس حد تک عظیم رحمت ثابت ہوں گے اور ہماری طرف سے کس قدر محبت، عزت اور مدد و نصرت کے مستحق قرار پائیں گے۔ اور بڑی بات یہ کہ وہ اللہ کے ہاں کس حد تک عظیم مقام کے حامل ہوں گے۔ پھر جب اللہ کے ہاں وہ محبوب ہوں گے تو وہ لوگ پھر کس حد تک بدنصیب اور عزت و شرف سے عاری ہوں گے جو ایسے عظیم الشان اللہ کے اولیاء کے خلاف دلوں میں نفرت و حقارت بٹھاتے ہوں۔

مجاہدینِ غزہ کا اصل کارنامہ

مجاہدین غزہ امت کے محسن ہیں، یہ مجاہدین اور غزہ کے عوام پورے عالم اسلام کے لیے نمونہ عمل ہیں؛ یہ اس لیے بھی عظیم اور آخری حد تک لائق احترام ہیں کہ یہ جانتے تھے کہ اسرائیل کیا ہے اور امریکہ کی کتنی طاقت ہے، انہیں ان دونوں کی اسلام دشمنی اور تکبر کا بھی یقین تھا، یہ بھی معلوم تھا کہ امت مسلمہ کے رگ وپے میں کس طرح وہن کی بیماری سرایت کر گئی ہے اور ہمارے حکام وافواج کا بھی انہیں ادراک تھا کہ یہ ذلت ورسوائی کی آخری حد کو پار کرتے ہوئے صہیونیوں سے بڑھ کر صہیونی ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ اسرائیلیوں پر نائن الیون کریں گے تو اس کی کیا قیمت چکانی پڑے گی؛ دشمن کیا ردعمل دکھائے گا اور کہاں کہاں سے کون ان کی طرف آنے والی مدد روکے گا۔ اس سب کچھ کا انہیں اندازہ تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ اس دشمن کی درندگی وہ پوری زندگی سہتے آئے تھے۔ مگر اس سب کے باوجود انہیں یہ بھی علم تھا کہ جہاد فرض عین ہے، اور مسجدِ اقصیٰ کی آزادی اور اسرائیل کو اپنی زمین سے نکالنے کے لیے یہ جہاد اگر ابھی نہیں ہوا، تو پھر کبھی نہیں ہو سکے گا۔ انہیں فلسطین کے اندر وباہر، پورے جزیرہ عرب میں جہاد و مزاحمت بلکہ ایمان واسلام کو ختم کرنے کی وسیع اور مؤثر جنگ آنکھوں سے نظر آ رہی تھی...... ایسے میں انہیں کیا کرنا

چاہیے تھا؟ شریعت انہیں کیا راستہ بتاتی ہے؟ یہی کہ جتنی استطاعت ہو، اور جس قدر ممکن ہو اچھی تیاری کی جائے اور پھر دشمن پر حملہ کیا جائے، اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ اللہ کا یہ حکم انہیں مخاطب ہے کہ:

﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا﴾ (سورة النساء: ۸۴)

"لہٰذا (اے پیغمبر) تم اللہ کے راستے میں جنگ کرو، تم پر اپنے سوا کسی اور کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہاں مومنوں کو ترغیب دیتے رہو، کچھ بعید نہیں کہ اللہ کافروں کی جنگ کا زور توڑ دے۔ اور اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست ہے اور اس کی سزا بڑی سخت۔"

یہی کچھ مجاہدین غزہ نے کیا؛ انہوں نے امت کی بیداری کے لیے اپنی خوشیاں دفن کر دیں اور اللہ کے دشمنوں پر ایسی ضربیں لگائیں کہ جو ان کی تاریخ میں کبھی انہیں نہیں لگی تھیں اور اس انداز سے ان کے سروں پر یہ ایمانی مکے برسے کہ ریاستِ شیطان کا مستقبل خود اس کی قیادت کے سامنے عین الیقین حد تک تاریک نظر آیا، اور پھر جس استقامت و اولوالعزمی کے ساتھ پانچ ماہ انہوں نے مقابلہ کیا اور ابھی تک کر رہے ہیں، دنیا کی سب سے بڑی طاقت صہیونی اتحاد کے مقابل چند سو مجاہدین نے جو استقامت اور شجاعت دکھادی، اس سے نہ صرف یہ کہ کفارِ عالم کے سامنے دین اسلام کی عظمت اور اہل اسلام کی بڑائی و کرامت واضح ہوئی بلکہ اس سے امت محمد ﷺ کو بھی نشیب سے فراز کا راستہ دکھائی دیا اور جس بیماری سے شفایابی کی اس مریض امت کو ضرورت تھی اہل غزہ نے خون دے کر اور کلیوں جیسے معصوم خوبصورت بچے قبر میں دفنا کر اس کا انتظام کیا۔

غزہ امت کے لیے نصائح و اسباق اور تحریض و ترغیب کی پوری داستان لیے ہوئے ہے؛ اپنے پیاروں کے کفن میں ملفوف لاشوں کے سامنے ان کی زبان سے حسبنا اللہ و نعم الوکیل جب سنا گیا تو دیکھنے والوں کو دین اسلام کی حقیقت نظر آئی، اور ایمان و صبر کے یہ پیکر دیکھ کر کتنے سارے کفار کو قرآن عظیم الشان کھولنے کی دعوت مل گئی، انہوں نے ڈھونڈا کہ وہ کیا چیز ہے کہ سب کچھ سے محروم ہو کر بھی یہ محروم نہیں، اور اتنی بڑی آزمائش سے گزر کر بھی وہ جھکنے کے لیے تیار نہیں، بلکہ پہاڑوں کی طرح جم کر کھڑے اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ سب دیکھنا تھا کہ مغرب میں چند مہینوں کے اندر ہزارہا لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اس سے کہیں زیادہ نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔

پھر بڑی بات یہ ہے کہ اہل غزہ کے صبر و جہاد کی بدولت رسول اللہ ﷺ کے کتنے ایسے امتی ہیں کہ جن کے سامنے حق و باطل واضح ہوا، دینِ اسلام کی نصرت کا غم و فکر ان کے قلوب میں پیدا ہوا اور بڑی بات یہ کہ ان کے دلوں سے وہن کی بیماری نکل گئی اور اللہ نے انہیں جہاد و شہادت کی محبت عطا کر دی...... یہ مجاہدین فلسطین کی ایسی بڑی کامیابی ہے کہ جو دیگر تمام کامیابیوں کے اوپر بھاری ہے، اس لیے کہ جس بیماری نے امت کو اپاہج کر رکھا تھا اور جس کے باعث اس پر حقیر ترین اور غلیظ ترین مخلوق مسلط ہو گئی ہے، مجاہدین غزہ نے عین اسی بیماری کا علاج مہیا کیا۔

برطانوی میگزین The Economist میں 'A religious revolution is under way in the Middle East' کے عنوان سے ایک مضمون نشر ہوا؛ مضمون نگار نے لکھا: جزیرۂ عرب کی معاشرت تبدیل کرنے کے لیے بڑی محنت کی گئی، اس کے نتائج کھلی آنکھوں سے دکھائی دے رہے ہیں؛ طلاقوں کی تعداد میں اضافہ اور غیر قانونی جنسی تعلقات کا تناسب مغربی ممالک سے بھی تجاوز کر چکا اور نظر آرہا تھا کہ دینی تحریکات اپنی موت آپ مر رہی تھیں مگر طوفان اقصیٰ کے باعث دینی تحریکات کو نشاۃ ثانیہ کا موقع مل گیا اور نوجوان پھر سے دین و جہاد کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ یہ رپورٹ بھی بتا رہی ہے کہ امت محمد کی تباہی کا جو 'وائرس' امت میں عام ہو چکا تھا اہل غزہ نے اس کا علاج اپنے جنازے اٹھوا کر اور پورا غزہ ملبے میں تبدیل کروا کر فراہم کر دیا۔

کیا مجاہدین غزہ بھی قصوروار ہیں؟

یہ تفصیل اس لیے عرض کرنی پڑی کہ بعض دل کے مریض اہل غزہ کی آزمائش دیکھ کر مجاہدین غزہ کو الزام دینے لگے ہیں؛ 'فرماتے' ہیں جب حماس کو دشمن کی قوت و غضب کا اندازہ تھا اور اسرائیل کے مقابل اپنی کمزوری بھی ان کی نظر میں تھی تو پھر کیوں اسرائیل پر حملہ کیا؟! کہتے ہیں: غزہ کی تباہی کا ذمہ دار صرف اسرائیل نہیں، حماس بھی اس میں برابر شریک ہے!...... یہ باتیں کوئی پہلی دفعہ نہیں ہوئیں، یہ تب بھی ہوئی تھیں جب غزوہ احد میں صحابہ کرام شہید ہوئے تھے، کہا گیا تھا: ﴿لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا﴾ ''ہماری بات مانتے تو کبھی اس طرح نہ مارے جاتے''! اللہ نے مومنین کی طرف سے جواب دیا کہ یہ موت سے بچنے کو کارنامہ سمجھتے ہیں؟ ﴿قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾۔ ''کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دینا''۔

اس وقت بھی اس طرح کی باتیں ہوئی تھیں جب آپ ﷺ غزہ بدر میں چند سو صحابہ کو لے کر لشکرِ جرار کے خلاف نکلے، تب انہوں نے کہا: ﴿غَرَّ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ﴾، ”انہیں ان کے دین نے (نعوذ باللہ) پھنسادیا، دھوکے میں ڈال دیا، تب بھی اللہ نے انہیں خاموش کیا، فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ”جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں تو وہ جان لیں کہ اللہ عزیز اور حکیم ہے“۔

اللہ نے راہ جہاد کے ساتھ موت کو نتھی کرنے اور پھر اس طرح منفی سوچنے سے منع کیا ہے، فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۵۶، ۱۵۷)

”اے اہل ایمان! تم ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے کفر کیا اور جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں جبکہ وہ زمین میں سفر پر نکلے ہوئے تھے یا کسی جہاد میں شریک تھے (اور وہاں ان کا انتقال ہو گیا) کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے 'نہ قتل ہوتے (یہ بات اس لیے ان کی زبان پر آتی ہے) تاکہ اللہ اس کو ان کے دلوں میں حسرت کا باعث بنادے اور دیکھو اللہ ہی زندہ رکھتا ہے اور وہی موت وارد کرتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔“

یعنی زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے، مگر جہاد فی سبیل اللہ میں قتل ہو جانے کی صورت میں جو مغفرت ملتی ہے وہ پوری دنیا کی نعمتوں سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اللہ کو تو یہ بھی پسند نہیں کہ جہاد میں قتل ہونے والوں کو مردہ کہا جائے اور اس موت کے لیے شوق و تڑپ میں کہیں کمی آجائے، اس لیے فرمایا:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۴)

”اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔“

یہ باتیں کرنے والے لوگ اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جو جان بچانے ہی کو کامیابی سمجھتی ہے، چاہے ذلت و رسوائی اور ایمان سے محرومی کا وبال بدلے میں ملتا ہو؛ جبکہ اللہ کی راہ میں جان دے دینے کو یہ ہلاکت کہتی ہے، چاہے اس کے باعث پوری کی پوری امت میں روحِ جہاد پیدا ہو اور اسلام و نفاق کے بیچ فرق واضح ہو! جبکہ سبحان اللہ! اللہ کا دین ایسا نہیں؛ ہزاروں لاکھوں کے لشکر پر اگر ایک مجاہد بھی یہ سوچ کر چڑھائی کر دیتا ہے کہ اس سے دوسرے اہل ایمان کے دلوں سے دشمن کا رعب ختم ہو، تو ایسی 'جذباتیت' کو بھی یہ دین عظیم کامیابی سے موسوم کرتا ہے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر صحابی اس مجاہد کی فضیلت سنانے کے لیے میدان میں اتر آتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہلاکت دشمن کے خلاف اکیلے میدان میں کودنے میں نہیں، بلکہ جہاد چھوڑ کر دنیا کی طرف جھکنے اور اسی کے غم و فکر میں خود کو ہلکان کرنے میں ہے۔

کامیابی ناکامی کا پیمانہ

اس دین کا تو مزاج ہے کہ حق کی شہادت کی خاطر پوری کی پوری قوم جب آگ کے گڑھوں میں جل کر راکھ ہوئی تو اللہ کی کتاب نے اس 'اجتماعی موت' کو بھی ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ﴾ "یہ بہت بڑی کامیابی ہے"، سے موسوم کیا اور تاقیامت کامیابی و ناکامی کا پیمانہ بتا کر امت کو اسی راستے پر چلنے کا سبق دیا۔ اگر تو یہ عالی شان دماغ اُس وقت ہوتے تو اُس وقت بھی یہ ان اہل ایمان کی 'تباہی' کا الزام کافر بادشاہ اور اس کی قوم کو نہ دیتے بلکہ قصوروار ان اہل ایمان کو قرار دیتے کہ انہوں نے کیوں ایسے وقت کلمہ حق پڑھا، بلکہ شاید آگے بڑھ کر یہ مبصرین یہ مشورہ بھی پیش کرتے کہ آگ دیکھ کر اس میں چھلانگ لگانا کہاں کی دانش مندی ہے؟ کیا مسئلہ ہے اگر ایمان سے پھرا جائے، بادشاہ کے کفر و ظلم پر خاموشی، بلکہ رضامندی اختیار کی جائے اور دیگر اہل ایمان کے خلاف جنگ میں شرکت بھی کرنی پڑے تو اس میں بھی کیا مضائقہ ہے، کہ اس سے قوم کی زندگی تو بچ جائے گی[1]۔ اللہ کے دین میں کامیابی و ناکامی صرف مادی پیمانوں سے نہیں ناپی جاتی؛ اس دین میں معنوی کامیابی کی اہمیت مادی کامیابی سے زیادہ ہے اور یہی معنوی کامیابی ہی ہے جو مادی

[1] اضطرار کے ساتھ کلمہ کفر کہنے کا مسئلہ بالکل الگ ہے اور کفر و ظلم کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی طور پر سمجھوتہ کرنے کا معاملہ دوسرا ہے، یہاں اس دوسرے معاملے کا ذکر ہے۔

کامیابیوں کا پھر راستہ ہموار کرتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح اصحاب اخدود نے معنوی کامیابی کو ترجیح جب دی اور جس طرح فرعون کے دربار میں نو مسلم ساحروں نے اپنے اسلام کا اعلان کر کے فرعون کی تعذیب کے لیے اپنا آپ پیش کیا، یوں پھر نتیجے میں یہ دونوں گروہ قیامت تک کی دعوت وعزیمت کی تحریکوں کے لیے نمونہ عمل بن گئے۔اس دین میں اجر و ثواب اور اللہ کی رضا و خوشنودی اعلیٰ مقاصد ہوا کرتے ہیں اور انہی کو تحریض دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، نہ کہ دنیا کی مادی کامیابی کو اہم ترین ٹھہرایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

مَا مِنْ غَازِيَةٍ ، أَوْ سَرِيَّةٍ ، تَغْزُو فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ ، إِلاَّ كَانُوا قَدْ تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أُجُورِهِمْ ، وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ ، أَوْ سَرِيَّةٍ، تُخْفِقُ وَتُصَابُ ، إِلاَّ تَمَّ أُجُورُهُمْ (صحيح مسلم)

”جس غزوہ یا لشکر کے لوگ جہاد کریں پھر وہ مال غنیمت حاصل کر کے سلامتی سے واپس آجائیں تو انہیں ثواب کا دو تہائی حصہ اسی وقت مل جاتا ہے اور جس غزوہ یا لشکر کے لوگ خالی واپس آئیں اور نقصان اٹھائیں تو ان کا اجر و ثواب پورا پورا باقی رہ جاتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ سمجھاتے ہیں کہ جس لشکر نے جہاد کیا، خود کوئی نقصان نہیں اٹھایا، دشمن کا نقصان کیا، فتح یاب ہوا اور غنائم لے کر واپس لوٹا اُس کو اس کے اجر میں سے تیسرا حصہ دنیا میں ہی مل گیا مگر جو لشکر ہزیمت و آزمائش سے دوچار ہوا اور فتح کے بجائے شہادتوں اور نقصان کا سامنا کیا، اُس کو پورا کا پورا اجر مل گیا۔ یہ ہے اللہ کا دین اور رسول اللہ ﷺ کی امت، یہاں نصرت و کامیابی کی تعریف وہ قطعاً نہیں جو اہل کفر و نفاق کے ہاں ہوتی ہے۔

اہل ایمان و اہل نفاق کا فرق

واقعہ یہ ہے کہ اس امت کے اہل ایمان اور اہل نفاق کے بیچ بڑا فرق ہی کامیابی و ناکامی کی تعریف اور اس کے پیمانے مقرر کرنے میں ہے۔ اہل ایمان اللہ کی راہ میں، اللہ کے دین کی نصرت اور امت کے دفاع کی خاطر لٹنے اور کٹنے کو کامیابی سمجھتے ہیں مگر اہل نفاق جان بچانے اور بچا کر دنیا کے حقیر سامان ملنے کو اپنا کارنامہ کہتے ہیں۔ اہل ایمان دین و امت کے دفاع و غلبہ کی خاطر قربانی دینے والوں کی اعلیٰ ظرفی، عظمت اور بلند نظری کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں ،انہیں اپنے لیے نمونہ عمل بتاتے ہیں اور قربانی و اقدام کے اس عملِ عظیم سے پیچھے رہ جانے پر حسرت و حزن کا شکار

ہوتے ہیں مگر اہل نفاق دینِ متین کی خاطر مصائب کا سامنا کرنے اور اس کے لیے محنت وانفاق کرنے والوں کی ناقدری اور تحقیر کرتے ہیں، ان کے اس فعل عظیم کا مذاق اڑاتے ہیں اور انہیں سادہ لوح و بے وقوف بتا کر ان کے نفسِ مقصد کی اہانت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو ہادیٔ امت ﷺ نے امت مسلمہ کی بدترین بیماری سے موسوم کیا اور جسے امت کی ذلت ورسوائی اور ان کی جانوں اور عزتوں کے کفار کی نظروں میں بے وقعت ہونے کی وجہ بتایا، اہل نفاق عین اُس بیماری کو امت کی زندگی اور اس کی صحت مندی بتاتے ہیں، یوں جس بیماری کے سبب امت قبر میں پاؤں لٹکائے ہوتی ہے اہل نفاق اُسی بیماری میں امت کو مبتلا کرنے میں بندگان شیطان کی مدد کرتے ہیں۔

دین وایمان زیادہ اہم ہے!

یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کے خلاف جنگ اور اسلامی تہذیب وثقافت پر غلامانِ صیہون کی طرف سے رکیک حملوں پر ایسے اہل نفاق کو کوئی رنج نہیں تھا، اسرائیل وامریکہ کے مظالم اور ارض اسلام پر جارحیت ختم کرنے کے لیے انہوں نے کبھی نہیں سوچا، اسلام آئے روز مغلوب سے مغلوب تر جبکہ کفر ونفاق کو تقویت مل رہی تھی، ان کے نزدیک یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں تھا مگر جب اہل ایمان نے کتاب اللہ کے حکم پر کھڑے ہو کر دین اسلام اور مقدسات کا دفاع کیا تو آج ان کی توپوں کا رُخ دشمنان دین کے بجائے مجاہدین کی طرف ہو گیا۔ اس طرز عمل اور طریق فکر کا باعث یہ ہے کہ ایسی مخلوق کے نزدیک ایمانوں کی تباہی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، مگر جانوں کی تباہی اہم ترین ہوا کرتی ہے، ان کے ہاں دین وعزت سے محرومی آسان ہے مگر جان ومال کی قربانی مشکل ہے، حالانکہ اللہ کا دین ضروریات خمسہ (دین، جان، عقل، عزت اور مال) کی حفاظت لازم قرار دیتا ہے تو ان میں اہم ترین پھر دین کو ٹھہراتا ہے کہ دین پر اگر آنچ آرہی ہو تو باقی چار اسی کی حفاظت کی خاطر قربان کیے جائیں گے اور تاریخ نے دکھادیا ہے کہ کسی قوم نے جب دین کی خاطر جان ومال کی قربانی دی ہے تو ان کا سب کچھ محفوظ ہو گیا لیکن جان ومال بچانے کے لیے دین کو اگر قربان کیا گیا تو پھر نتیجے میں کچھ بھی سلامت نہیں رہتا؛ افغانستان کی مثال ابھی حال ہی کی ہے کہ کیسے جب دین کا دفاع کیا گیا اور کفر کا غلبہ تسلیم نہیں کیا گیا تو اللہ نے ایسی فتح، عزت اور امن سے اس قوم کو نوازا کہ عصر حاضر میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اہل غزہ کامیاب ہیں!

اہل غزہ کامیاب ہیں، غزہ ان کے ہاتھوں میں رہے یا نہ رہے–اللہ سے دعا ہے کہ کبھی بھی ان کے ہاتھوں سے نہ نکلے، لیکن اگر خدانخواستہ اللہ کو کچھ اور منظور ہوا اور وقتی طور پر ان کے ہاتھوں سے یہ نکل بھی گیا تو اللہ کی قسم وہ کامیاب ہیں؛ ناکام تو ہم ہیں کہ ہم دوارب کی امت اپنا فرض پورا نہیں کر سکی، ان کی مدد نہیں کر سکی اور ان سے اُن مصائب کو نہ ہٹا سکی جو ہماری ہی نصرت و دفاع کی خاطر ان کے اوپر آن پڑے ہیں۔ مجاہدین غزہ کی کامیابی کا اس کے ساتھ قطعاً اور قطعاً تعلق نہیں کہ وہ اس مرحلے میں صہیونیوں کو غزہ سے نکالتے ہیں یا نہیں، وہ اس لیے ناکام نہیں کہ انہوں نے طوفان اقصی برپا کر کے اُس عظیم لشکر کو تقویت دی اور اس کی تشکیل میں اپنا اور اپنی اولاد کا قیمتی خون دیا جس نے آج نہیں تو کل تل ابیب فتح کرنا ہے، واشنگٹن کو زیر و زبر کرنا ہے اور مسجدِ اقصی میں نماز فتح پڑھنی ہے۔ نفاق و کفر کی نگاہیں بہت کوتاہ ہوا کرتی ہیں مگر اہل ایمان کی نگاہ کبھی کمزور نہیں ہوتی؛ اللہ کی قسم! ہمیں رتی برابر شک نہیں کہ اس نشیب کے بعد، اہل غزہ کی قربانی و ثبات کی بدولت، بہت تیزی کے ساتھ فراز و اونچائی کا سفر شروع ہوگا اور اُس کامیابی، کامرانی اور عظمت و غلبے والے سفر میں غزہ کے اندر بہایا خون اُن فاتحین کے عزائم کے لیے ایندھن کا کردار ادا کرے گا۔ غزہ میں بہے یہ آنسو، یہ آہیں اور بھوک و خوف کے مارے بچوں کا یہ بلک بلک کر رونا، اُس لشکر جرار کے جذبے اور حوصلے بلند کرنے کا باعث بنے گا۔ اہل غزہ کی یہ قربانی اور ثبات تاقیامت اہل ایمان کے لیے ہدایت و رہنمائی کا باعث ہوگا جبکہ کفر و نفاق والوں کے لیے یہ ہمیشہ ہی آگ و تباہی ثابت ہوگا۔ اہل غزہ خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے انہیں انتہائی عظیم، انتہائی قیمتی ایسا تحفہ امت کو دینے کے لیے چنا کہ جس کی اس امت کو واقعی ضرورت تھی اور جس کے باعث زمین و آسمان کے اہل خیر ان پر رشک کرتے ہیں، پھر خوش نصیب ہیں غزہ سے باہر وہ اہل ایمان جو اہل غزہ کی قربانی اور ان کی شجاعت واقدام کو اپنے لیے نمونہ عمل بنائیں اور جہاد و قتال، صبر و ثبات اور ایمان و ہدایت کا جو جھنڈا اہل غزہ نے اونچا کیا، اس کو تھام لیں اور دنیا بھر میں اس عظیم خیر کی دعوت کو لے کر اُس قافلہ جہاد میں اپنا خون، پسینہ، صلاحیت اور وقت صرف کریں جس کا اٹھنا اللہ نے سات آسمان اوپر لکھ دیا ہے اور جس کے اٹھانے کے لیے ہی دنیا بھر میں مسلمانوں سے قربانی لے کر انہیں جھنجھوڑا جا رہا ہے۔

یہ تحریر اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے ہمارے رب! اے رب المستضعفین! اہل غزہ کی نصرت فرما، وہ بھوکے ہیں، انہیں رزق عطا کر، وہ خوف زدہ ہیں، ان کا خوف امن میں تبدیل کر، ان کی بے عزتی کی گئی انہیں دنیا میں بھی عزت عطا کیجیے اور آخرت میں بھی، ان کی ہدایت میں اضافہ فرما، غیب سے ان کی نصرت فرما، یا اللہ! ان کے قدموں کو جمادے، ان کے دشمنوں پر ان کا رعب بٹھا دیجیے، یا اللہ! امت مسلمہ کی طرف سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کیجیے، کفار و منافقین کی سازشوں سے ان کی حفاظت فرما! جس نے یا اللہ انہیں اکیلے چھوڑا، انہیں تو اکیلا چھوڑ دے، جس نے ان کے خلاف مدد کی یا اللہ تو ان کے خلاف مدد کیجیے! یا اللہ! اہل غزہ سے ہماری محبت ہے، اس محبت کو قبول کیجیے اور ہمیں توفیق دے، موقع دے کہ ان کے ٹوٹے دلوں کے لیے مرہم بن جائیں، ان کے دشمنوں پر تیرے عذاب کا کوڑا بن جائیں اور اللہ شہادت کی موت سے ہمیں محروم نہ فرما، ہمارا خون قبول کیجیے، ہمیں اپنے عرش تلے، ان مجاہدین و شہداء کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی معیت میں اکٹھا فرما......آمین یا رب العالمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆